

## فساد زمانہ اور عمومی بلوئی

حالات کے بدلنے سے احکام کے تبدیلے

سے انکار نہیں کیا جاسکتا؛

[ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ میں مولانا محیب اللہ ندوی نے "فساد زمانہ اور عمومی بلوئی" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا تھا۔ اس وقت ہمارے ہاں مشینی ذبیحہ کی حلت یا حرمت کے بارے میں جو بحث چل رہی ہے۔ اس میں کسی مثبت فیصلے تک پہنچنے میں ہمارے خیال میں اس مضمون سے کچھ مدد مل سکے گی۔ چنانچہ یہ مضمون "فکر و نظر" میں شائع کیا جا رہا ہے۔ "مدیر"]



اسلامی شریعت نے معاملات اور تمدنی امور میں انسان کو غیر معمولی مشقت سے بچانے اور ناسازگار حالات میں اسلامی احکام کے منشاء و مقصد کے تحفظ کے لئے رفع حرج اور تیسیر و تسہیل کی جو صورتیں پیدا کی ہیں، ان میں عموم بلوئی کا لحاظ اور فساد زمانہ کی رعایت بھی ہے۔ مگر اس لحاظ و رعایت کا مقصد محام شریعت کا استحلال یا احکام شریعت کا تعطل نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد اس کی دوامی حیثیت کی حفاظت اور اس کو بالکل تعطل سے بچانا ہے

اسلامی عقائد و عبادات میں تو کسی وقت بھی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق زندگی کی تغیر پذیر فطرتوں سے نہیں ہے۔ مگر معاملات، معاشرتی اور تمدنی احکام کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ ان کا مدار انسانی زندگی کی مادی قدروں پر ہے، جو ہر آن تغیر پذیر

رہتی ہیں۔ ان میں روزانہ نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان پر معاشرہ کے فساد و صلاح کا براہ راست اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اسلامی شریعت نے معاملات و تمدنی معاملات کے سلسلے میں جو حدیث دی ہے، ان میں حلال و حرام کی بنیادی و دوامی قدروں کے تحفظ کے ساتھ قیاس و اجتہاد کی ایسی صورتیں رکھی ہیں، جن سے شریعت کا منشاء و مقصد بھی فوت نہیں ہونے پاتا۔ اور اسلامی احکام معاشرہ کے ارتقا میں حائل بھی نہیں ہوتے۔ یہ تیسرے و تسہیل کی آزادی اس حد تک ہے۔ جب تک کہ حلال و حرام کی وہ بنیادی قدریں متاثر نہیں ہوتیں، جن کا رشتہ دین و ایمان سے جڑا ہوا ہے۔ مثلاً اسلامی شریعت نے بہت سی چیزیں حرام، مکروہ، اور ناجائز قرار دی ہیں، یا اس کے بارے میں کچھ اصولی ہدایتیں دے دی ہیں، مگر بعینہ ان پر تعامل میں انسان کو مستقل وقتیں محسوس ہوتی ہیں، یا عارضی تکلیف کا امکان ہوتا ہے، اس لئے فقہاء، تفریق کی منشا کے مطابق اس میں تخصیص و تقید کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تخصیص و تقید اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ نہ تو شریعت کا منشاء، بالکل فوت ہونے پائے اور نہ انسان غیر معمولی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔ جیسا کہ شریعت نے حکم دیا ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں چاہتا۔

اس طرح بہت سے احکام ایک خاص ماحول اور زمانہ میں بہت ہی مفید ہوتے ہیں، مگر ایک مدت کے بعد ماحول، ذرائع اور اخلاق عامہ کے بدل جانے کی وجہ سے ان کی افادیت یا تو باقی نہیں رہتی یا اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اب اگر شرعی حکم کی علت اور منشاء کو نظر انداز کر کے بعینہ اس حکم پر عمل کیا جائے تو یا عمل کرنے والا تکلیف مالا یطاق میں مبتلا ہو جائے گا۔ یا پھر شریعت کا منشاء۔ یا اس کے حکم میں رخصت، تیسر اور نفی حرج کا جو پہلو ہے، وہ نظر انداز ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی بنا پر تمام ہی مسالک کے متاخر فقہاء نے اپنے مسلک کے ائمہ اور متقدم فقہاء کے بہت سے فتاویٰ کے خلاف فتوے دیئے ہیں اور اپنے پیش روؤں سے اختلاف کی وجہ متاخر فقہاء نے اختلاف الزمان اور فساد الاخلاق ہی بیان کی ہے، متاخرین کا متقدمین سے یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر متقدم

فقہاء وائمہ بھی اُن کے زمانہ میں موجود ہوتے تو حالات کی تبدیلی اور فسادِ اخلاق کی بنا پر وہی رائے دیتے۔ اسی عمومِ بلوی اور فسادِ زمانہ کی بنیاد پر فقہاء نے یہ اصول مقرر کئے ہیں۔  
 لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان۔ الاہر اذا ضاق السج۔ الضرر یدفع بقدر  
 الامکان۔ الضرورة مستثناة من قواعد الشرع۔ المشقة تجلب التيسیر۔ الضرورات  
 تبیح المحذورات

حالات کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جب کوئی تنگی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں وسعت ہوتی ہے۔ تکلیف حتیٰ الامکان رفع کی جاتی ہے۔ ضرورت شریعت کے قواعد سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ضرورت میں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔ (مسل)

لہ نشر العرف۔ ج ۲ ص ۱۲۵

